پاکستانی تہذیب وثقافت پر اسلامی اقدار کے اثرات، ایک جائزہ

فضہ مسلم، ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی

Abstract

Culture is a reflection of our lifestyle and thoughts. Social relationships, living standards, arts, knowledge and literature, beliefs, ethics and customs, rituals and practices, acts of love and affections and family ties are the different elements of civilization. But to live and express life to their format is culture. Although there are many ways of cultural expressions, but from top listed (expressions) that identifies culture, are those specific expressions, like traditions, knowledge and literature and arts. Pakistani society and culture consists of Baloch and Pashtun in west (of Pakistan), old tribes like Punjabis, Kashmiris, Sindhis in east (of Pakistan), refugees (Muhajreen), Makranis in the south (of Pakistan) and other ethnic groups. In north, Wakhi, Balti and Shina (are also the part of culture and society of Pakistan). Similarly, the ethnic groups like, Turkish peoples, Persians, Arabs and other south Asians, East Asians and Middle East's neighboring countries, has influenced Pakistani culture. In this article, we will review the impacts of Islamic values in Pakistani Culture and civilization.

تعارف

تہذیب وثقافت ہماری طرز زندگی اور سوچ کا مظہر ہوتی ہے۔ سماجی رشتے، رہن سہن، فنونِ لطیفہ، علم وادب، عقائد، اخلاق وعادات، رسم ورواج، عشق ومحبت کے سلوک اور خاندانی تعلقات تہذیب کے مختلف عناصر ہیں۔ مگر ان کے طرز پر زندگی گزارنا اور اس کا اظہار کرنا ثقافت ہے یوں تو ثقافتی اظہار کے لاتعداد طریقے ہیں مگر جن کی بدولت ثقافت کی شناخت ہوتی ہے وہ مخصوص اظہارات ہیں جن میں سرِ فہرست رسم ورواج، علم وادب اور فنونِ لطیفہ ہیں۔ پاکستان کا معاشرہ اور ثقافت مغرب میں بلوچ اور پشتون اور قدیم دردقبائل جیسے پنجابیوں، کشمیریوں، مشرق میں سندھیوں، مہاجرین، جنوب میں مکرانی اور دیگر متعدد نسلی گروہوں پر مشتمل ہے جبکہ شمال میں واکھی، بلتی اور شینا اقلیتیں۔ اسی طرح پاکستانی ثقافت ترک عوام، فارس، عرب، اور دیگر جنوبی ایشیائی، وسطی ایشیاء اور مشرق وسطی کے عوام کے طور پر اس کے ہمسایہ ممالک، کے نسلی گروہوں نے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ زیرِ نظر آرٹیکل میں ہم پاکستانی تہذیب وثقافت پر اسلامی اقدار کے اثرات کا جائزہ لیں گے۔

تہذیب:

تہذیب وتمدن اور ثقافت عربی زبان کے الفاظ ہیں۔اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔لفظ تہذیب کا مادہ ''ہذب'' ہے جس کے معانی درست کرنا، پودوں اور درختوں کی شاخ تراشی کرنا اصلاح کرنا۔(۱)

فیروزلغات میں تہذیب کے معنی شائستگی،خوش اخلاقی ہیں۔(۲)

انگریزی میں اس کا مترادف لفظ کلچر Culture ہے۔انگریزی میں یہ لفظ ابتداء میں صرف کاشت کاری کیلئے استعمال ہوتا تھا۔چنانچہ سترھویں صدی تک یہ لفظ درختوں کی نشو ونما اور کاشت کاری کیلئے ہی استعمال ہوتا رہا۔(۳)

سبط حسن کے مطابق:

''کسی معاشرے کی بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار کے نظام کو تہذیب کہتے ہیں۔تہذیب معاشرے کی طرز زندگی اور طرز فکر واحساس کا جوہر ہوتی ہے۔چنانچہ زبان، آلات واوزار پیداوار کے طریقے اور سماجی رشتے رہن سہن،فنون لطیفہ،علم وادب،فلسفہ وحکمت،عقائد وافسوں،اخلاق وعادات،رسوم وروایات عشق ومحبت کے سلوک اور خاندانی تعلقات وغیرہ تہذیب کے مختلف عناصر ہیں''(۴)

''کلچر معاشرے کے مجموعی طرز عمل میں ظاہر ہوتا ہے اور طرز عمل معاشرے کے ان بنیادی اداروں میں متعین ہوتا ہے۔جنہیں ہم مذہب،معیشت،فنون و ہنر،سیاست، زبان،علم وسائنس وغیرہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں''(۵)

ثقافت:

ثقافت عربی لفظ ہے جس سے مراد کسی قوم یا طبقے کی تہذیب ہے۔ثقافت اکتسابی یا ارادی یا شعوری طرز عمل کا نام ہے۔اکتسابی طرز عمل میں ہماری وہ تمام عادات، افعال، خیالات اور رسوم اور اقدار شامل ہیں جن کو ہم ایک منظم معاشرے یا خاندان کے رکن کی حیثیت سے عزیز رکھتے ہیں یا ان پر عمل کرتے ہیں یا ان پر عمل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔تاہم ثقافت یا کلچر کی کوئی جامع و مانع تعریف آج تک نہیں ہوسکی۔البتہ دیگر کئی پہلو سے اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ جیسا کہ آئندہ آنے والی تعریفوں سے واضح ہو جائے گا۔

تہذیب کا ہم معنی ایک لفظ ثقافت ہے۔اس کا مادہ ث ق ف ہے۔اس کے معانی ہیں سیدھا کرنا،مہذب بنانا اور تعلیم دینا۔(۶)

ایک تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

ثقافت یعنی ایک معاشرے اور ایک قوم کی اپنی خصوصیات اور عادات واطوار، اس کا طرز فکر، اس کا دینی نظریہ، اس کے اہداف ومقاصد، یہی چیزیں ملک کی تہذیب کی بنیاد ہوتی ہیں۔ یہی وہ بنیادی چیزیں ہیں جو ایک قوم کو شجاع وغیور اور خودمختار بنادیتی ہیں اوران کا فقدان قوم کو بزدل اور حقیر بنادیتا ہے۔۔(۷)

فرازتنویر کے مطابق:

ثقافت، کسی قوم کی شناخت اور دیگر اقوام سے کسی قوم کی انفرادیت کے اظہار میں کلیدی اہمیت رکھتی ہے دنیا کی تقریباً ہر قوم کی علیحدہ علیحدہ ثقافت ہے جو ہر ایک قوم کی کسی دوسری قوم سے منفرد اور ممتاز حیثیت کو ظاہر کرتی ہے ہر محبِّ قوم فرد اپنی ثقافت سے محبت کرتا ہے اور دنیا میں اپنی ثقافت کے باعث ہی جانا پہچانا جاتا ہے ہر وہ قوم جو دنیا میں اپنی جداگانہ حیثیت قائم رکھنا چاہتی ہے اس کے افراد اپنی ثقافت سے محبت رکھتے ہیں کہ یہ ثقافت ہی کسی قوم کی پہچان ہوتی ہے اپنی ثقافت کو ترک کرنا اور کسی دوسری قوم کی ثقافت کو اختیار کرنا گویا اپنی شناخت اور اپنی پہچان گنوادینے کے مترادف ہے جبکہ اپنی قومیت اور اپنی شخصیت کو قائم رکھنا ہی اپنے قومی تشخص کی حفاظت کرنا ہے۔(۸)

اگر ہم تہذیب وثقافت میں موجود تمام خصوصیات کو اکھٹا کریں جن میں رسم ورواج، عادات،فنون وہنر، مذہب اخلاقیات ،فلسفہ،حکمت ،آلات واوزار، رہن سہن ،سماجی رشتے ،علم وادب، عشق ومحبت کے سلوک جیسی خصوصیات کی بدولت ثقافت دواقسام میں تقسیم ہوتی ہے:

۱۔مادی ثقافت ۲۔غیر مادی ثقافت

مادی ثقافت:

مادی ثقافت میں انسان کی بنائی ہوئی اشیاء جن کو ہم دیکھ سکتے ہیں،شامل کی جاتی ہے۔ مادی ثقافت میں شامل اشیاءکو تہذیب سے موسوم کرتے ہیں۔ بقول سبط حسن:''بامقصد تخلیقات کا نام تہذیب ہے''۔(۹) جو انسان کی تخلیق کردہ اشیاء ہیں وہ ہماری تہذیب کا حصہ کہلاتی ہیں۔

غیر مادی پہلو:

غیر مادی ثقافت سے مرادتصورات،خیالات،اقدار، مذہب فنون ہیں ۔یعنی ثقافت کے اظہار کا ذریعہ غیر مادی ثقافت ہے اور تہذیب کے اظہار کا ذریعہ مادی ثقافت ہے۔ثقافت بذات خود اپنے اندر کچھ خصوصیات رکھتی ہے۔

اسلامی اقدار:

کسی بھی تہذیب وثقافت کی تشکیل میں اس کے عقائد بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔عقائد ہی کے ذریعے انسان

کی پہچان ہوتی ہے۔ظاہر ہے جو انسان عقیدہ رکھتا ہوگا وہ اسی کی پرچار کرے گا۔لیکن شخصیت کے بننے میں عقائد سے نکلنے والی اقدار کا ہاتھ ہوتا ہے۔اسلامی تہذیب وثقافت کی کی طرف قرآن نے یوں اشارہ کیا ہے:

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ(۱۰)

نیکی اس کا نام نہیں ہے کہ تم بس نمازوں میں اپنا منہ مشرق کی طرف کرتے ہو یا مغرب کی طرف۔بخلاف اس کے نیکی تو اس شخص کی ہے جو ایمان لائے اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور انبیاء پر اور وہ جو اپنا مال اسے عزیز رکھنے کے باوجود قرابت داروں،یتیموں،مساکین،مسافروں اور سوال کرنے والوں کے دے اور لوگوں کی گردنیں چھڑانے میں خرچ کرے اور وہ نماز قائم کرے،زکواۃ دے اور وہ لوگ جو وعدہ کریں تو ایفا کرنے والے ہوں اور وہ لوگ جو سخت حالات میں اور مصیبت کے مواقع پر اور (جنگ) کے مصائب میں صبر سے کام لینے والے ہوں،یہ ہیں وہ لوگ جو سچے نکلے اور یہی لوگ ہیں جو اہل تقویٰ ہیں۔

یہاں افکار و اعمال اور اعتقادات و اخلاق سبھی کچھ مذکور ہے۔مصلیٰ سے لیکر میدان جنگ تک سارے مراحل سامنے اور مالی اور اقتصادی امور بھی شمار کئے گئے ہیں۔ان تمام باتوں کو اختیار کر کے انسان اپنی پوری زندگی کو ایک خاص نقطے پر ڈھال سکتا ہے اور اس کیلئے انسان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دنیا ہوگا۔

دوسری طرف ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (۱۱)

اور ہم نے ہر امت کے اندر کوئی کوئی نہ کوئی رسول (اس پیغام کے ساتھ) مامور کیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے کنارہ کشی اختیار کرو۔

طاغوت ہر وہ چیز ہے جو ہمیں برائی کی طرف لے جائے یا برائی کا سبب بنے۔طاغوت افراد بھی ہو سکتے ہیں یہ انسان کے منفی نظریات یا سوچ بھی ہو سکتی ہے۔طاغوت سیاسی اور اقتصادی نظام بھی ہو سکتا ہے غرض جس شکل میں بھی طاغوت کا وجود ملے اس سے انکار اور نفرت ایک مسلمان پر لازم ہے۔اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔یہ نہیں کہتا کہ افراد

اپنی حدتک اس کے کچھ تقاضے پورے کر کے فارغ ہو جائیں بلکہ ان کے ہاتھ ایک عظیم الشان فریضہ اور مشن سونپ گیا ہے۔

ارشادربانی ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ(۱۲)

اور چاہئے کہ تم میں سے کچھ لوگوں پر مشتمل ایسا گروہ اٹھے جو (لوگوں کو) بھلائی کی طرف پکارے۔نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے۔

خدا نے انسان کا ہر طرح سے ہدایت کا سامان مہیا کیا ہے۔اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ نیکی اور بھلائی کا حکم دینے والا گروہ (اساتذہ) کا ہوگا۔پھر خدا نے فرمایا ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۱۳)

لوگو!اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو،جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع واقسام کے میوے پیدا کئے۔پس کسی کو خدا کا ہمسر نہ بناؤ۔اور تم جانتے تو ہو۔

اسی حقیقت کو دوسری آیت میں یوں بیان فرما رہا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ(۱۴)

اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔جو کچھ حلال وطیب رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اسے کھاؤ پیو اور اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

خدا نے اتنا کچھ نوازتے ہوئے بھی انسان کو مالک نہیں بنایا بلکہ امین بنایا ہے۔قرآن کی وساطت سے باری تعالیٰ نے انسانیت کو بیش بہا انعامات سے نوازا ہے۔سب سے بڑا انعام وحدت انسانیت کا تصور ہے۔اس نے انسان کو یہ بتادیا کہ تمام نوع بشری ایک ہی خاندان ہیں۔اس کے مختلف افراد کے مابین رنگ نسل زبان اور جغرافیائی تعلق کی بنیاد پر تفریق سراسر باطل ہے۔ان کے درمیان اگر کوئی شے وجہ امتیاز ہے تو وہ صرف خدا خوفی اور پرہیزگاری ہے۔شیطان کے

پیدا کردہ امتیازات نے انسان کی فطری وحدت کو پارہ پارہ کر کے انسان کو انسان کا دشمن بنا دیا ہے۔ خدا کے نزدیک انسانی آبادی کی تقسیم صرف دو طبقوں میں ہے۔ ایک پرہیز گار و متقی اور دوسرا اس کے علاوہ، اللہ کے ہاں کوئی تقسیم نظر نہیں آتی۔ ارشاد ربانی ہے:

یٰـاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ(۱۵)

اے لوگو! ہم نے تم (سب کو) ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قومیں اور خاندان بنا دیا ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان کرسکو۔ بے شک تم میں سے جو پرہیز گار ہے وہی اللہ کے نزدیک معزز تر ہے۔

سطور بالا میں ذکر کی گئیں قرآنی آیات کے مطالعہ سے ہمیں وہ اقدار ملتی ہیں جو اسلامی تہذیب کا خاصہ ہونی چاہیے اور جن کی وجہ سے یہ تہذیب دوسری تہذیبوں سے ممتاز نظر آتی ہے۔ مزید وضاحت کیلئے مندرجہ ذیل نکات بیان کرتے ہیں:

۱۔ ہماری اسلامی تہذیب کا سب سے اہم نقطہ صلہ رحمی ہے۔ عزیز رشتے داروں کے ساتھ میل جول رکھنا، ان کی خبر گیری کرنا، اگر عزیز رشتے داروں میں کچھ غریب ہیں تو ان کی مدد کرنا اور قرابت داری کو احترام کی نگاہ سے دیکھنا، ایک دوسرے کی ہر طرح سے معاونت کرنا ہماری اقدار کا حصہ ہے۔

۲۔ معاشرے میں مساوات کو فروغ دینا، قرآن کی تاکید بھی یہی ہے کہ کسی کو کم نہ کسی کو زیادہ بلکہ برابری اور مساوات کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔

۳۔ معاشرے کے محتاج لوگوں کا خیال رکھو، ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کا خیال رکھو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہم پر فرض ہے۔

۴۔ بیمار کی دادرسی کرو اگر کوئی عزیز بیمار ہے تو اس کی عیادت کرو کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ عیادت کیلئے جانے والے اور عیادت کرنے والے دونوں کی عمر اللہ دراز کرتا ہے۔ (۱۶)

۵۔ خوف خدا بھی ہماری اقدار کا حصہ ہے۔ انسان کو یہ خوف رہے کہ اس کا ہر عمل خدا کے سامنے ہے۔ وہ خدا جو ہر جگہ موجود ہے اور بند کمرے میں بھی اپنے رب کی موجودگی اسے گناہ سے باز رکھے۔ اس کی بدولت معاشرے میں جرائم بھی کم ہوں گے اور کوئی بھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرے گا۔ یہ زیادتی چاہے معاشرتی ہو یا سماجی، انسان خوف خدا رکھتے ہوئے برائی سے دور رہے گا۔

۶۔ اخلاقیات ہماری سب سے بڑی نشانی اور ہماری اقدار کا سب سے اہم حصہ ہے۔ انسان کی معلوم علمی تاریخ

میں بھی اخلاقیات کا بنیادی ماخذ ہمیشہ مذہب ہی رہا ہے۔ یہ مقدمہ کہ انسان اصلاً ایک اخلاقی وجود ہے، سب سے پہلے مذہب ہی نے پیش کیا۔ اس لئے بیسویں صدی میں جب اس خیال کو قبولیت عام ملی کہ انسان کے جملہ معاملات کی اصلاح کے لیے تنہا عقل کی رہنمائی کفایت کرتی ہے تو اس کے نتیجے میں لبرل اخلاقیات کے تصور نے جنم لیا۔ اس طرح انسان اپنی دانست میں وحی سے بے نیاز ہو گیا۔ اسی خیال کے زیر اثر آج ہمارے ہاں بھی بعض لوگ مذہب اور اخلاقیات کو الگ الگ سمجھتے ہیں۔ اخلاقیات گزرتے وقت کے ساتھ ہمارے معاشرے سے ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ اخلاقیات کا دائرہ بے انتہا وسیع ہے مگر ہم نے اخلاقیات کا دامن چھوڑ دیا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں اس قدر افراتفری پھیلی ہوئی ہے اور سوتے پہ سہاگہ اپنی اقدار کو بھول گئے ہیں اور اس قدر پستی کی طرف دھکیل دیئے گئے ہیں کہ خود کو مسلمان کہتے اور سوچتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

اب تک اقدار کے حوالے سے جو ہم نے گفتگو کی وہ دراصل وہ باتیں ہیں جو ہم اپنے معاشرے میں دیکھ رہے ہیں کہ بہ حیثیت پاکستانی اسلامی تہذیب رکھتے ہوئے ہمیں یہ سوچنا چاہئے لیکن جب ہم اسلامی ثقافت کی بات کرتے ہیں تمام مصنفین اور محققین کی باتوں سے قطع نظر ہماری عقل کا دائرہ اس محور تک جا کر اٹک جاتا ہے کہ جس کی بنیاد چودہ سو سال پہلے رکھ دی گئی آج وہ غیر کی ثقافت کی محتاج ہو کر رہ گئی ہے۔

پاکستان میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی تشکیل:

کوئی بھی قوم جب ایک نظریہ لے کر کسی بھی ملک میں وارد ہو یا اُس نظریے کی بنیاد پر ملک حاصل کرے تو وہ نظریہ اسی قوم کی بنیاد ہوگا۔ پاکستان بھی ایک اسلامی نظریے کی بنیاد ہے۔ پاکستانی مسلمانوں کی ثقافت اسلامی ثقافت ہے۔ بلاشبہ مسلمانانِ ہند نے جس مملکت کیلئے جدوجہد کی تھی اس کا منشا یہی تھا کہ مسلمان اپنی تہذیبی و ثقافتی زندگی کو درست انداز میں گزار سکیں۔ تقسیم ہند سے قبل مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومی وجود رکھنے کے باوجود ایک ساتھ رہنے پر مجبور تھے۔ نظریات و عبادات، تہذیب و ثقافتی جیسی مبادیات زندگی بھی الگ الگ تھیں۔ مسلمان کو شروع سے ہی یہ احساس تھا کہ وہ تہذیبی و ثقافتی طور پر ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ لہٰذا پاکستان بھی انہی نظریات و فکریات کے تناظر میں معرض وجود میں آیا۔ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی لکھتے ہیں:

> ”برصغیر کی تقسیم سے قبل ہندوستان میں مسلمانوں پر کسی چیز کی بندش نہیں تھی وہ آزادی کے ساتھ فرض اور مستحسن عبادات کی ادئیگی کر سکتے تھے۔ تبلیغ پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ اسلامی مدارس پر حکومت کی کوئی روک ٹھوک نہیں تھی۔ قربانی کی کہیں مخالفت نہیں تھی۔ تعلیم گاہوں میں عربی فارسی اور اردو کے پڑھانے کو ممنوع قرار نہیں دیا گیا تھا۔ یہ سب آزادیاں ہندوستان کے مسلمانوں کو حاصل تھیں وہ ان سے فائدہ اٹھا سکتے تھے

اور اُٹھا رہے تھے۔ان تمام دینی اور دنیاوی سہولیات کے باوجود حدود اللہ کا نفاذ اس مخلوط معاشرے میں ممکن نہیں تھا۔اسکی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں قانون کی طاقت نہیں تھی اور حکومت میں ان کا عمل دخل نہیں تھا''(۱۷)

مسلمان صرف اس لئے علیحدہ مملکت کیلئے کوشاں تھے کہ ان کے پاس زندگی گزارنے کا دستور موجود تھا اور وہ اپنی الگ ریاست میں اس کا نفاذ کرنا چاہتے تھے اور وہ خدا کے قانون کا نفاذ تھا۔ایک ایسا عالمگیر قانون جس میں انسان کی پوری زندگی کا دستور موجود ہے جو ہمیں چودہ سو سال پہلے مل گیا تھا۔اب اگر ہم پروفیسر محمد ارشد کی اسلامی تہذیب کی تعریف پر غور کریں تو بات مزید واضح ہو جاتی ہے۔موصوف لکھتے ہیں:''اسلامی تہذیب سے مراد وہ اسلامی عقائد ہیں جن پر ایمان لا کر ایک شخص مسلمان کہلاتا ہے اور ایک مخصوص طرزِ فکر اختیار کرتا ہے۔اسلامی عقائد میں ایک خدا کو ماننا،اس کے فرشتوں، رسولوں،کتابوں،اور آخرت کی زندگی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ان نظریات کے مطابق مسلمان اپنی زندگی میں اللہ کے دیئے ہوئے قوانین (قرآن) پر عمل کرتے ہیں اور اسی طرح کی اسلامی معاشرت اسلامی تمدن کہلاتی ہے جس میں کلمہ طیبہ کو ماننے والے نظام مساجد وصیام،زکواۃ کی ادائیگی اور حج کا بالخصوص التزام ہوتا ہے''(۱۸)

بعض مصنفین نے تہذیب اسلامی کے حقائق ضرور گنوائے ہیں۔امتیازی اوصاف کا عمدہ ذکر کیا گیا ہے مگر ان کے بیان کے طول وعرض سے تہذیب اسلامی کی کسی متفقہ تعریف کو اخذ کرنا مشکل ہے۔(۱۹)

مسلمانوں میں ایک الگ ریاست کے قیام کا جنون اس لئے پیدا ہوا تھا کہ جہاں صرف شریعت کا نفاذ ہو ورنہ اپنے تمام افکار اسلامی تو وہ ادا کر بھی رہے تھے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان کس چیز میں آزادی کے خواہاں تھے؟اس سوال کا جواب ہمیں اس وقت ملے گا جب ہم ان بنیادوں کو زیر بحث لائیں جس کی وجہ سے یہ ایک عالمگیر تہذیب ہے اور جس کے اہم عناصر ہمارے موضوع کے مطابق یہ ہیں:

۱۔عقائد　　　۲۔عبادات　　　۳۔اقدار

عقائد کو ہم اس لئے زیر بحث لائیں گے تاکہ ہم ان کے ذریعے اپنی اسلامی اقدار تک پہنچ سکیں۔جبکہ عبادات واقدار پر ہم تفصیلی گفتگو سے پرہیز کریں گے کیوں کہ یہ ہمارے موضوع کا حصہ ہے بنیاد نہیں۔

عقائد:

انسان کی شخصیت کے جائزے میں اس کے اعتقادات کا بہت عمل دخل ہے کسی بھی مذہب کی بنیاد اس کے عقائد ہوتے ہیں اسلامی عقائد کی بنیاد تین نکات پر ہے:

۱۔توحید　　　۲۔رسالت　　　۳۔آخرت

حدیث کی معرف کتاب صحیح بخاری میں ذکر ہے:

قال رسول اللہ ﷺ بُنی الاسلام علی خمسٍ، شهادن ال لا اله الا اللّٰه و ان محمدارسول اللّٰه و اقام الصلاة و ایتاءِ الزکاة، والحج، و صوم رمضان(۲۰)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اول اس بات کی شہادت کہ دنیا میں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں دوسرے نماز پڑھنا، تیسرے زکواۃ دینا، چوتھے حج کرنا پانچواں رمضان میں روزے رکھنا۔

ہمارے لئے سب سے اہم نقطہ نگاہ قرآن کا۔ ہے قرآن کہتا ہے کہ نسلِ انسانی کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی پیدائش سے ہوا ہے اور انسانوں کی رہنمائی اور رہبری کیلئے انبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ ارشاد ربانی ہے:

کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ (۲۱)

پہلے سب لوگ ہی گروہ تھے پھر جب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ نے نبی بھیجے جو خوش خبری دینے اور ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ سچی کتاب بھی نازل کی تا کہ اللہ اختلافی باتوں میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کردے۔

توحید اصل میں تمام انبیاء واوصیا کا اصلی ہدف رہا ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ ہی ہے وہی تمام موجودات اور کائنات میں انجام پائی جانے والی تدابیر کا مظہر ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَمَا اُمِرُوا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَاءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلَاةَ وَیُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَالِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ (۲۲)

اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ خدا کی عبادت کریں (اور) یکسو ہو کر اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔

یہ مسلمانوں کا نصب العین ہے جس کی وجہ سے اسلامی تہذیب ایک جداگانہ اور مخصوص تہذیب کی حامل بنتی ہے۔ مولانا مودودی کہتے ہیں:

اسلام نے زندگی کا جو نصب العین مقرر کیا ہے وہ دوسرے ادیان اور دوسری تہذیبوں کے نصب العین سے اصلاً مختلف ہے۔ اسلام کے نصب العین نے اس کو ایک ایسی تہذیب بنا دیا جو بنیادی طور پر دوسری تہذبوں سے مختلف ہے اور جس کا اعتقادی اور عملی نظام دوسرے نظامات سے اساسی اختلاف رکھتا ہے۔ (۲۳)

اسلام کے پورے نظامِ اعتقادی و عملی میں توحید پر یقین بنیادی چیز ہے۔توحید کے اقرار کے بعد خود بہ خود ان اعتقاد پر یقین لازمی ہو جاتا ہے کہ جو اللہ کی طرف سے بیان کردہ ہے۔اگر ملائکہ پر یقین ہے تو خود بہ خود توحید کا اقرار تمام انبیاء پر بھیجی کتابوں پر یقین کیونکہ وہ خدا کی نازل کی ہوئی ہیں۔توحید کا اقرار، رسولوں پر یقین کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں، امت کی ہدایت و رہبری کیلئے توحید کا اقرار، آخرت پر یقین کہ اللہ ہی ہے جو ایک دن سب سے حساب لے گا اور وہ دن یوم آخرت ہے۔ہر وہ چیز جو دائرہ اسلام میں داخل ہوتی ہے چاہے وہ عمل کی صورت میں ہو یا اعتقاد کی صورت میں اس کی بنیاد صرف اور صرف ایمان باللہ پر قائم ہے۔توحید کا اقرار دراصل انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔اسی غور و فکر کے باعث انسان نے اس کائنات پر تحقیق شروع کی، رصدگاہیں تعمیر کیں اور فلکیات پر عظیم انسانی تحقیقات سامنے آئیں۔

''اسلام کا پیغام توحید لا سے شروع ہوتا ہے لا اللہ کہہ کر اسلام سے پہلے شرک کے وہ تمام کانٹے اور جھاڑ صاف کرتا ہے جو توحید کی فصل کیلئے مضر ثابت ہو سکتے ہیں۔پھر لا اللہ سے ایک خدا کا اثبات کرتا ہے یہ اسلوب اسلامی معاشرے سے غیر اللہ پر یقین جیسے مفاسد کو مٹا دیتا ہے۔پھر وہ فضا تیار ہوتی ہے جس میں اسلامی تہذیب پروان چڑھتی ہے اور اسے اپنے وسعتوں اور آفاقیت کے اظہار کا موقع ملتا ہے۔اسلامی تہذہب کی خشت اول یہی توحید ہے۔اس سے بھی زیادہ موثر بات یہ ہے کہ اسلامی تہذیب پوری انسانیت کو ایک نگاہ سے دیکھتی ہے۔وہ جغرافیائی، لسانی، حیاتیاتی، کسی نوعیت کی محدودیت سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔ اس کی آغوش رحمت میں آ جانے والا ہر شخص مومن ہے اور اس سلسلے میں وہ نہ کسی ابہام کی شکار ہو سکتی ہے اور نہ کسی تعصب کی۔دنیا بھر کی تہذیبوں میں یہ افتخار صرف اسلام اور اسکی تہذیب کو ہی حاصل ہے''(۲۴)

شرک نہ صرف گناہ ہے بلکہ ہر طرح سے انسان کیلئے نقصان کا باعث ہے۔سب سے پہلے شرک جو خدا کی ذات میں کرتے ہیں یعنی الوہیت اور اس کے مقابل ثنویت ہے دو خدا ماننے والے۔(۲۵) قرآن کریم میں دو آیتیں خدا کی حقیقت و وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔

لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَة'' اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا(۲۶)

یعنی اگر زمین و آسماں میں سوائے اللہ کے کئی خدا ہوتے تو اس کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ نظام کائنات میں کسی قسم کا کوئی خلل واقع نہیں ہوا ہے۔لہٰذا اس بات سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کائنات میں دو خداؤں کا وجود نہیں ہے بلکہ کائنات کا موجودہ نظم و ضبط خدا کے مدبر اور احد ہونے کی دلیل ہے۔لیکن یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ خدا کے متعدد ہونے اور کائنات کے نظام کے خراب ہونے میں کیا ربط ہے؟

اگر کسی ادارے کے دو سربراہ ہوں اور دونوں الگ الگ حکم صادر کریں اور جن پر یہ حکم لاگو ہو گا وہ پریشان

ہو جائیں گے کہ کس کا حکم مانتے۔ان کا پریشان ہونا دراصل نظام کے درہم برہم ہونے کی دلیل ہوگی۔اسی لئے اگر کائنات کو چلانے والے دو مرکز محور ہوتے تو دنوں کے ادارے بھی مختلف ہوتے، یوں نظام کائنات درہم برہم ہوکر رہ جاتا۔

علامہ طباطبائی اس کی تفسیر کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

اگر فرض کیا جائے کہ اس کائنات کے کئی خدا ہوں تو ان کے درمیان ذاتاً حقیقتاً اختلاف پایا جائے گا۔ وگرنہ کئی خداؤں کا ہونا تصور نہیں ہوسکتا اور پھر ذات وحقیقت میں اختلاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کے چلانے میں بھی ان کے درمیان اختلاف پایا جائے گا اور جب کائنات کے چلانے والوں میں اختلاف ہو جائے تو یہ سبب بنے گا کہ ہر ایک کا بنایا ہوا نظام کا درہم برہم ہو جانا لازمی آئے گا۔ کیونکہ ہم نظام کائنات کو ایک ہی طرح کا پاتے ہیں اور ملاحظہ کرتے ہیں کہ اس کے اجزاء ہدف تک پہنچانے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں لہٰذا اس سے ہم سمجھ لیتے ہیں کہ اس کائنات کے نظام کو چلانے والا ایک ہی ہے۔(۲۷)

سورہ مومنون میں ارشاد ربانی ہے:

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۲۸)

یعنی اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو اس وقت ہر خدا اپنی مخلوق کو لئے پھرتے اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے اور خوب لڑتے لہذا جو باتیں یہ لوگ خدا کی طرف نسبت دیکر بیان کرتے ہیں خدا اس سے پاک وپاکیزہ ہے۔

یہ آیت بھی متعدد خداؤں کے ہونے کو مسترد کرتی ہے۔ارشاد ہوتا ہے اس کائنات میں کئی خدا ہوتے تو ہر ایک اپنے حکم کو نافذ کرنے کی کوشش کرتا، ایسی صورت میں ہر ایک اپنے مدمقابل کے امور میں مانع بنتا، ہر ایک اپنے اپنے کام کو انجام دیتا دوسرے سے کوئی سروکار نہیں رکھتا تو ظاہر ہے نظام کائنات تباہ و برباد ہو جاتا۔اب تک کی گفتگو میں دو اہم سوالات جنم لیتے ہیں:

پہلا سوال کہ اگر دونوں خدا آپس میں مل جل کر یا مفاہمت کے ساتھ اس کائنات کے نظام کو چلائیں تو کیا حرج ہے؟

دوسرا سوال اگر دونوں خدا ایک دوسرے کے موافق بن جائیں یا ایک دوسرے کی مدد کریں، مشورہ کریں یا ہم فکر ہو جائیں تو کیا حرج ہے؟

خدا قادر مطلق ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اس میں پہلے سوال کا جواب پوشیدہ ہے ایک دوسرے کی مدد کرنا گویا ایک دوسرے کی طرف محتاج ہونا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کا عمل بھی ایک دوسرے کی عاجزی اور محتاجیت کی دلیل ہے کیونکہ جو قانون ایک خدا نے بنایا ہوگا اس کا اجراء کرتے ہیں وہ دوسرے سے ڈرتا ہوگا کہ کہیں یہ قانون دوسرے کیلئے پریشانی پیدا نہ کردے یا اس کے بنائے ہوئے قوانین میرے بنائے ہوئے قوانین کے ساتھ نہ ٹکرائیں لہٰذا مجبور ہوگا کہ دوسرے کے ساتھ ہم فکر ہو کر اپنے قوانین کو نافذ کرے اور یہی بات خدا کے قادر مطلق ہونے کے ساتھ تضاد رکھتی ہے۔ لہٰذا دو خدا ہونے کا مفہوم ہی ختم ہو جاتا ہے۔

یہ تو خدا کی ذات کا شرک ہے۔ ایک شرک وہ ہے جو ہم خدا کی بتائی ہوئی تعلیمات میں کرتے ہیں مثلاً جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں انہیں ہم اپنے لئے حرام کرلیں یا جو حرام کی ہیں انہیں ہم اپنے لئے حلال کرلیں۔ اس کی وضاحت مثال سے یوں ہو سکتی ہے:

ہندومت کے عام تصور کے مطابق کسی جاندار کو مارنا سب سے بڑا گناہ ہے اور چونکہ گوشت کو بطور غذا استعمال کرنے کیلئے جاندار کو مارنا پڑتا ہے اسی لئے گوشت کا استعمال ممنوع ہے۔ اس کے علاوہ گائے ان کے ہاں دیوی کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ ایسے کیسے دیکھا یا جاسکتا ہے؟ ان تصورات نے ہندوں کو بڑی خود قوم بنا دیا ہے جس کے نتیجے میں ان کے ہاں غذائیت کی کمی کے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں اس وقت کے انڈین ایگری کلچر انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی کے ڈائریکٹر ایم ایس سوامی ناتھن کے ایک بیان نے پورے انڈیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ متوازن غذا کا تصور اگرچہ نیا نہیں بلکہ دماغ کے ارتقاء کے سلسلے میں اس کی اہمیت ایک نئی حیاتیاتی دریافت ہے۔ (۲۹)

اب یہ بات قطعی ہے کہ چار سال کی عمر میں انسانی دماغ ٪۸۰ سے لیکر ٪۹۰ تک اپنے اپنے پورے وزن میں پہنچ جاتا ہے اور اگر اس نازک مدت میں بچے کو مناسب پروٹین نہ ملے تو اس کا دماغ اچھی طرح نشوونما نہیں پاسکتا۔ اس لئے اگر ناقص تغذیہ اور پروٹینی فاقے کے مسئلہ پر جلد توجہ نہ دی گئی تو اگلے عشروں میں ہمیں یہ منظر دیکھنا پڑے گا کہ ایک طرف متمدن قوموں کی ذہنی طاقت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف ہمارے ملک میں ذہنی بوتا پن بڑھ رہا ہے۔ نوجوان نسل کو یہ سنگین نتیجہ برآمد ہوگا کہ ہر روز ہمارے ہاں دس لاکھ ذہنی بونے وجود میں آئیں گے اس کا بہت کچھ اثر ہماری نسلوں پر حالیہ برسوں میں ہی پڑ چکا ہوگا۔ اس لئے حکومت کو چاہیے کہ اپنی کاروائیوں کے ذریعے عوام کے اندر پروٹینی شعور پیدا کرے اور اس سلسلے میں رائے عامہ کو ہموار کرے۔ (۳۰)

توحید اور ایک اللہ کی تعلیمات کس طرح سے ہماری راہنمائی کر رہی ہیں۔ کس طرح ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ خدا کی تعلیمات اس کے احکامات، حلال، حرام، غرض کہ سب کچھ کی پابندی میں انسان کی بھلائی پوشیدہ ہے بلکہ فائدہ مند بھی ہے۔ ایسا فائدہ جو اسے ہر طرح سے زندگی میں چین وسکون فراہم کر رہا ہے۔

مشرک ذات پات اور اونچ نیچ کی بھی بنیاد ہے مگر نبی رحمت ﷺ نے تشریف لا کر انسانیت کو آزادی دلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ نے جاہلیت کے غرور اور نسلی فخر کا خاتمہ کر دیا ہے۔اب انسان یا تو صاحب تقویٰ مومن ہے یا گناہگار بد بخت ہے۔تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔(۳۱)

رسالت:

توحید کے بعد اسلام کا دوسرا بڑا بنیادی عقیدہ رسالت و نبوت ہے۔ رسالت و نبوت اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ منصب ہیں جن پر اس نے اپنے منتخب بندوں کو فائز کیا ہے۔ نبی و رسول کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ان سے براہ راست رابطہ ہوتا ہے۔ رسول کا معاملہ تھوڑا سا مختلف ہوتا ہے۔ وہ اپنی قوم پر اللہ کی برہان قاطع بن کر آتا ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اگر اس کی قوم نے خدا کی طرف رجوع نہ کیا تو اس پر اسی کی زندگی میں ایک عذاب آئے گا جس میں نہ ماننے والے تہس نہس کر دیئے جائیں گے۔ یہ سلسلہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔

رسالت کے لغوی معنی پیامبری کے ہیں۔ جو شخص کسی کا پیغام دوسرے شخص کے پاس لے جائے وہ ''رسول'' ہے۔ مگر اسلام کی اصطلاح میں رسول اس کو کہتے ہیں جو خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچائے اور خدا کے حکم سے راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔ اسی لئے قرآن میں رسول کیلئے ''ھــدی'' کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی وہ سیدھا راستہ دکھائے۔(۳۲)

رسالت کی بحث سے تین نکات نکلتے ہیں: اول، تمام انبیاء و رسولوں پر ایمان لانا اگرچہ ان کا دور کس قدر قدیم ہی کیوں نہ ہو۔ دوئم: ان تمام کتابوں اور صحیفوں پر ایمان لانا جو ماسبق انبیاء و رسول پر نازل ہوئی ہیں۔ سوئم: حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کو آخری نبی ماننا کہ آپ کے بعد دوسرا کوئی نبی یا رسول نہیں ہو سکتا۔

اتباع و اطاعت رسول (ﷺ):

ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ صرف عقائد عبادات بلکہ تمام زندگی کے عملی مسائل میں بھی خدا کے رسول کی پیروی کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا(۳۳)

اس رسول (ﷺ) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جو منہ پھیر لے تو ہم نے آپ کو کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

پھر فرما رہے ہیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (۳۴)

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

اللہ نے انبیاء کو رسالت کے منصب پر سرفراز کرنے کے بعد انہیں ''علم'' بخشا ہے۔ یہی خصوصیت انہیں دوسرے رہنماؤں سے ممتاز کرتی ہے۔ کیونکہ یہ خدا کے بنائے ہوئے ہادی ور ہبر ہیں۔ جبکہ دنیاوی ہادی ور ہبروں کی اللہ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ان کے پاس حقیقت کا کوئی علم نہیں ہے۔ وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۳۵)

مگر ظالموں نے اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی علم ہو۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ (۳۶)

بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن دلیل کے جھگڑتے ہیں۔ جو اپنی پہلو موڑنے والا بن کر اس لئے کہ اللہ کی راہ سے بہکا دے، اسے دنیا میں رسوائی ہوگی اور قیامت کے دن بھی ہم اسے جہنم میں جلنے کا عذاب چکھائیں گے۔

یہ عام لوگوں کا ذکر ہے مگر وہ خاص لوگ جو اللہ کے رسول ہیں انہیں علم عطا کیا جاتا ہے۔ وہ اسی علم کے ذریعے انسان کو سیدے، واضح اور سچے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ جس کا اللہ نے اسے علم دیا ہوتا ہے اور پھر ہر نبی کو ایک امتیازی شان سے نواز کر علم و تقویٰ کی اضافی صفتیں عطا کیں جاتی ہیں۔ خاص طور پر اس قوم کی زبان سے آشنائی دے کر بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ درست طریقے سے تبلیغ کر سکیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (۳۷)

ہم نے ہر ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے تاکہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر اس طرح آیا۔ ''وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ'' (۳۸) اور بے شک لوط مرسلین میں سے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا (۳۹)

اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا اور پور آدمی بن گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔

جب حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت ملی تو حکمت دی گئی: ''وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْماً ''(۴۰) ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم (حکمت) عطا کیا۔

اور حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ سے فرمایا جاتا ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَ ھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَانَصِیْرٍ (۴۱)

اور اگر تم نے اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آیا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ سے تم کو بچانے والا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔

اسلام تمام انبیاء پر بلا امتیاز ایمان لانے کو ضروری قرار دیتا ہے۔ یہ عقیدہ آفاقیت کا مظہر ہے۔قرآن واضح الفاظ میں انبیاء کرام کے درمیان اس فرق کو رد کرتا ہے۔سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّۃ'' اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِیْ وَلِاُ تِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْن (۴۲)

تا کہ لوگوں کی کوئی حجت باقی نہ رہ جائے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا ہے تم ان سے نہ ڈرو مجھ سے ہی ڈرو تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور اس لئے بھی کہ تم راہ راست پاؤ۔

خدا مزید ارشاد فرماتا ہے:

وَکَأَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّھَا وَ رُسُلِہٖ فَحَاسَبْنَاھَا حِسَاباً شَدِیْداً وَ عَذَّبْنَاھَا عَذَاباً نُّکْراًo فَذَاقَتْ وَ بَالَ أَمْرِھَا وَ کَانَ عَاقِبَۃُ أَمْرِھَا خُسْراً(۴۳)

اور بہت سی بستیوں (کے رہنے والوں) نے اپنے پروردگار اور اس کے پیغمبروں کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے ان کو سخت حساب میں پکڑ لیا اور ان پر (ایسا) عذاب نازل کیا جو نہ دیکھا تھا نہ سنا، سو انہوں نے اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ لیا اور ان کا انجام نقصان ہی تو تھا۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ تمام انبیاء کی تعلیم کا مرکز و محور ایک ہی تھا۔سب کی تعلیم ایک تھی۔سب کا دین ایک تھا۔ سب کی دعوت کا منبع صراط المستقیم کی طرف بلانا تھا۔کسی ایک نبی کی تعلیمات کو جھٹلانے کا مطلب دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی دلیل ہے اور عقیدہ ختم نبوت ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔اس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

قال النبی ﷺ ان مثلی و مثل الا نبیائمن قبلی کمثل رجل بنیٰ بیتا فا حسنہ واجملہ الّا

موضع لبنة من زاويةٍ فهعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون هلّا وُضِعَتْ هذه اللبنة،فانا اللبنة.وانا خاتم النبيّين (۴۴)

نبیﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔لوگ اس عمارت کے گرد پھرے اوراس کی خوبی پر اظہارِ حیرت کرتے تھے،مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمرت مکمل ہو چکی ہے، اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پُر کرنے کے لیے کوئی آئے)

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا:

ان رسو ل اللّٰہ ﷺ قال فُضِّلْتُ علی الانبیَاء بستٍّ، اعطیت جوامع الکلم، ونصرت بالرعب واُحلّت لی الغنائم وجعلت لیالارض مسجدًا و طهورًا ، واُرسلتُالیالخلق کانة، وختم بی النبیّون.(۴۵)

رسول اللہﷺ نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء پرفضیلت دی گئی ہے۔اول: مجھے جامع مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی،دوم: مجھے رعب کے ذریعہ سے نصرت بخشی گئی،سوم: میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کئے گئے ،چہارم: میرے لئے زمین کو مسجد بھی بنادی گئی اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی (یعنی میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نہیں بلکہ روئے زمین پر ہر جگہ پڑھی جاسکتی ہےاور پانی نہ ملے تو میری شریعت میں تیمّم کرکے وضو کے حاجت بھی پوری کی جاسکتی ہے اور غسل کی حاجت بھی)، پنجم: مجھے تمام دُنیا کیلئے رسول بنایا گیا، ششم: اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔

نتیجہ یہ کہ کہ نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو چکا ہے اور نوح بشر کیلئے تعلیمات نبوی کی صورت میں ایک مکمل مذہب پیش کردیا گیا ہے اور قیامت تک اس میں کسی قسم کا گھٹاؤ یا بڑھاؤ ممکن نہیں ہے۔یہی وہ ٹھوس اور غیر تغیر پذیر بنیاد ہے جس پر عالمگیر اور دائمی ملت وتہذیب اسلامی کی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔یہی وہ کامل تہذیب ہے جس کے ہر فرد کا یقین کامل یہی ایمان واعتقاد ہے۔

آخرت:

یوم آخرت سے مراد موت کے بعد کی زندگی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وَمَا هٰـذِهِ الْـحَيٰـوةُ الـدُّنْيَآ اِلَّالَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا

يَعْلَمُوْنَ (۴۶)

اور اس دنیا کی زندگی لعو لعب کے سوا کچھ نہیں اور بے شک آخرت کا گھر ہی زندگی ہے کاش وہ جانتے۔

ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا گھر خوبصورت ہو گھر میں ہر طرح کی آسائش موجود ہو اور تمام آسائشوں کے باوجود بھی وہ اسی تگ و دو میں رہتا ہے کہ مزید کس طرح اپنے گھر کو بہتر سے بہتر شکل میں بنائے۔ اسی طرح آخرت وہ جائے پناہ ہے جو ابدی ہے۔ ہمیں اس عارضی دنیا میں اسی ابدی گھر کیلئے کوششیں کرنی ہیں۔ اس کی زیبائش و آرائش کے لئے کوشش کرنی ہے۔

یہ دنیا انسان کے لئے ایک امتحان گاہ کا درجہ رکھتی ہے۔ یہاں انسان ایک خاص عرصے تک کیلئے بھیجا گیا ہے کہ وہ اگلے جہاں کیلئے تیاری کرے، فصل بوئے اور اس کے نتائج کا انتظار کرے۔ جب ہمیں کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو خوشی و مسرت کی کیفیت میں ہم یہ سوچنا بھول جاتے ہیں کہ اس چیز کا منبع و ماخذ کہاں ہے؟ یہ ہمیں کہاں سے اور کیوں حاصل ہوئی؟ اور یہ ہمارے پاس کب تک رہے گی؟ لیکن جب کوئی چیز ہم سے کھو جاتی ہے تو ہمیں اس سے اس قدر دکھ اور تکلیف پہنچی ہے کہ ہم یہ سوچتے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ یہ کیسے کھوئی؟ اور اس کے دوبارہ حاصل ہونے کی امید ہے یا نہیں؟ اور اس کے اسباب و علل کیا ہیں؟ کیونکہ جو چیز انسان کی حیثیت کو جس قدر زیادہ ٹھیس پہنچاتی ہے اس قدر زیادہ وہ قوت فکر کو حرکت میں لاتی ہے۔ یہی حال موت اور زندگی کا بھی ہے ہمیں اس بات کی زیادہ پروا نہیں ہوتی کہ ہمارے اندر دوڑنے والی حیات کہاں سے آئی؟ اور اسکا آغاز کس طرح اور کیونکر ہوا؟ لیکن موت اور اس سے متعلق سوالات پر ہم زیادہ توجہ دیتے ہیں کہ ان سے مستقبل وابستہ ہے۔ (۴۷)

اسلامی تہذیب کے عالمگیر تصور میں عقیدہ آخرت کا کردار اس اعتبار سے اہم ہے کہ یہ تصور انسان میں ایک زبردست محتسب کو جنم دیتا ہے جسے ہم ضمیر بھی کہہ سکتے ہیں۔ جو ان جگہوں پر بھی برائی کرنے سے روکتا ہے جہاں دنیاوی پولیس یا عدالت کی پہنچ نہیں ہوتی۔ بعض اوقات معمولی اخلاقی معاملات میں بھی ڈرتا ہے مثلاً ایک روزے دار چاہے تو دنیا والوں سے چھپ کر کھا پی سکتا ہے لیکن وہ تنہائی میں بھی ایسا نہیں کرتا اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا سے اور آخرت میں اسکی پکڑ سے ڈرتا ہے اور آخرت میں حاصل ہونے والی سعادت اسے دنیاوی تکلیف برداشت کرنے کا اہل بنا دیتی ہے۔ اس طرح اسلامی تہذیب بجا طور پر اس بات کی دعویدار ہے کہ اس کا اپنا نظام فکر و عمل اور قوت نافذہ ہے۔ (۴۸)

ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

اگر انسان واقعی یہ سمجھ لے کہ اسے اپنے اعمال کا معاوضہ ایک دائمی عذاب یا دائمی ثواب کی صورت میں کسی ہمہ داں اور ہمہ بین حاکم کی عدالت میں ملے گا تو یہ خیال نیک کرداری کا ایسا زبردست محرک ہوگا جس کے سامنے ارتکاب

معصیت کی کوئی تاویل نہیں چل سکتی۔(۴۹)

ان عقائد کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ انہی کی وجہ سے ہماری اقدار جنم لیتی ہیں اور قرآن جو ہمارے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے، بھی ہمیں ان اقدار کی طرف راغب کرنے کا موجب بنتا ہے۔ہم نے اپنی گفتگو میں قرآنی آیات سے بھی زیادہ استدلال کیا ہے۔قرآن ایسی کتاب ہے جو نورِ ہدایت ہے اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ ایسی معجزہ نما کتاب ہے کہ قیامت تک ہمارے لئے اس میں ہدایت موجو ہے لیکن یہ انسان پر ہے کہ وہ کس طرح اور کتنی ہدایت لیتا ہے اس نور ہدایت سے۔اللہ جو ہمیں نظر نہیں آتا مگر ہر جگہ موجود ہے۔اللہ کا رسول ظاہری طور پر دنیا سے چلے گئے اب یہ ظاہری کتاب ہی ہمارے لئے ہدایت ہے اور کس قدر خوبصورت انداز سے یہ ہمیں ہماری اقدار کی پہچان کرا رہی ہے۔

خلاصہ کلام:

بہر حال اس پوری تفصیل کے بعد مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ پاکستان کا قیام اصل میں اسلامی معاشرے کا قیام تھا۔جس کے اہم ترین مقاصد میں مذہبی آزادی، دینی وتہذیبی شناخت، معاشی کفالت، اسلامی آثار و باقیات کا احترام شامل ہے۔اسی لئے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

جو فرقہ دوسرے فرقوں کی طرف بدخواہی کے جذبات رکھتا ہو وہ نیچ اور ذلیل ہے۔میں دوسری قوموں کے رسوم، قوانین، معاشرتی اور مذہبی اداروں کا بے حد احترام کرتا ہوں۔یہی نہیں بلکہ قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق ضرورت پڑے تو ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت بھی میرا فرض ہے۔اس کے باوجود مجھے اس جماعت سے محبت ہے جو میری حیات اور میرے اوضاع واطوار کا سرچشمہ ہے اور جس نے مجھے اپنا مذہب، اپنا ادب، اپنی فکر اور اپنی ثقافت دے کر میری تشکیل اس صورت میں کی ہے کہ جیسا میں ہوں اور اس پر میرے ماضی کو از سر نو زندہ کر کے وہ میرے شعور کا ایک زندہ وفعال عنصر بن چکی ہے۔(۵۰)

قائداعظم کی یہ سوچ بہ حیثیت مسلمان وہی سوچ ہے جس کا اسلام حکم دیتا ہے۔اسلام ہمیں دوسرے مذاہب اور اس کے پیروکاروں کے احترام کا درس دیتا ہے۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جو اپنے آثار و باقیات کا خیال نہیں رکھتے وہ فنا ہو جاتے ہیں ان کا نام ونشان مٹ جاتا ہے۔یہ ملک اسی فلسفے کی بنیاد ہے۔دو قومیں جو واضح اختلاف رکھتی ہو وہ کیسے ایک ہی جگہ رہ سکتی ہیں۔ایک ہی گھر میں دو مختلف زاویہ نظر رکھنے والے لوگوں کا گزارہ مشکل ہوتا ہے تو بھلا دو قومیں کس طرح گزارہ کر سکتی ہیں۔مسلمانوں اور ہندوؤں کا نظریہ حیات ہر طرح سے جدا تھا۔مسلمان جو ایک خدا پر یقین رکھتا ہے۔اسی عقیدہ توحید کی بنا پر اسکی ثقافت وتہذیب تشکیل پاتی ہے۔اسی تہذیب کی تشکیل میں وہ عقائد شامل ہیں جن پر ایک مسلمان کا

ایمان ہے۔ان عقائد پر ایمان کے بغیر وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اور ثقافت جن چیزوں سے پروان چڑھتی ہے ان میں مذہب عقائد، اخلاقیات، فنون و ہنر، رسم ورواج، قانون معاشرت، مادی وسائل شامل ہیں کیونکہ ثقافت مذہب سے پروان چڑھ رہی ہے تو ثقافت کا پیروکار اسلامی ثقافت کا پرچار کرے گا اور اسی اسلامی ثقافت کو اپنے اندر سمو کر اسلامی اقدار کے ذریعے اپنی شخصیت سے تعمیر کرے گا۔ اقدار پر مذہب بھی موجود ہوتی ہے چونکہ یہاں اسلامی ثقافت کی بات کر رہے ہیں اس لئے اسلامی اقدار کی بات کرنا بطریق اولیٰ ضروری ہے۔

اگر یہ حیثیت مسلمان ہر فرد اسلامی اقدار کو اپنا لے تو شخصیت میں چار چاند لگ جائیں ۔قرآن جن اسلامی اقدار کو شخصیت کا قاصد کہہ رہا ہے اس میں ظلم سے پرہیز، عزت و شرف انسانی، انفاق، حریت آزادی، صبر، غیرت، ایثار، عالمگیری اخوت، اقارب واحباب کے حقوق کا تعین شامل ہیں۔

☆☆☆

حوالہ جات

(۱) لوئیس معلوف، المنجد، (عربی - اُردو)، مترجم: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۱۱۲۲

(۲) مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، س ن ص ۲۲۱

(۳) آکسفورڈ انگلش ڈکشنری آکسفورڈ ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۴۷

(۴) سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، مکتبہ دانیال، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص: ۸۳

(۵) ڈاکٹر جمیل جالبی، پاکستانی کلچر، ایسٹ پبلشرز لمیٹڈ کراچی، ۱۹۷۳ء، ص ۵۰

(۶) ابن منظور، لسان العرب، ج ۹، دار المعارف قاہرہ، س ن، ص ۲۰

(۷) www.http://www.tebyan.net، اسلامی تاریخ و تمدن، مورخہ ۲۵ دسمبر ۲۰۱۰ء

(۸) فراز تنویر، ہماری ثقافت اور شناخت، www.http://m.hamariweb.com/، مورخہ ۱۳/ اگست ۲۰۱۱ء

(۹) سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء ص ۱۹

(۱۰) سورہ بقرہ، آیت: ۱۷۷

(۱۱) سورہ نحل، آیت: ۳۶

(۱۲) سورہ آل عمران، آیت: ۱۰۴

(۱۳) سورہ بقرہ، آیت: ۲۱، ۲۲

(۱۴) سورہ مائدہ، آیت: ۸۷، ۸۸

(۱۵) سورہ حجرات، آیت:۱۳
(۱۶) شیخ محمد یعقوب کلینی، اصول کافی، ج ۲، دار المرتضیٰ، بیروت، ۲۰۰۵ء، ص:۳۴۸
(۱۷) مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثانی، مارچ نظریات، مشمولہ: برہان، ج دوم، شمارہ ۳، ص ۱۶۲
(۱۸) پروفیسر محمد ارشد خان بھٹی مطالعہ تہذیب اسلامی، اصباح الادب، اردو بازار لاہور۔ ص ۲۴
(۱۹) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، اسلامی پلیشرز لاہور ۲۰۰۳ ص ۲۴
(۲۰) مولانا ظہور الباری، تفہیم البخاری، دار اشاعت اردو بازار کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۳۹۸
(۲۱) سورہ بقرہ، آیت:۲۱۳
(۲۲) سورہ بینہ، آیت:۵
(۲۳) سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی۔ اسلامک پبلشرز ۲۰۰۳ ص ۸۵
(۲۴) سید عزیز الرحمٰن شیخ، تعلیمات نبوی اور تہذیب کا عالمگیر تصور الثقافہ اسلامیہ، زید اسلامی سنٹر کراچی، ۲۰۰۴ء، ص:۱۸
(۲۵) آیت اللہ محمد ہادی، معرفت، انوار قرآنی، (مترجم سید محمد حسن عابدی)، انتشارات قم، ۲۰۰۳ء، ص ۲۳
(۲۶) سورہ انبیاء، آیت:۲۲
(۲۷) محمد حسین طباطبائی، تفسیر المیزان، ج ۱۴، ص:۲۸۱
(۲۸) سورہ مومنون، آیت:۹۱
(۲۹) مولانا وحید الدین خان، اسلام دور جدید کے خالق، فضلی سنز کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۵۴۔۵۳
(۳۰) محمد بن عیسیٰ ترمذی، السنن، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۴ء، رقم حدیث ۴۹۶
(۳۱) سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، ترجمان القرآن پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۳۷
(۳۲) سورۂ نحل، آیت:۳۶
(۳۳) سورۂ نساء، آیت:۸۰
(۳۴) سورۂ نساء، آیت:۵۹
(۳۵) سورۂ روم، آیت:۲۹
(۳۶) سورۂ حج، آیت:۹۔۸
(۳۷) سورۂ ابراہیم، آیت:۴
(۳۸) سورۂ الصافات، آیت:۱۳۳
(۳۹) سورۂ قصص، آیت:۱۴
(۴۰) سورۂ نمل، آیت:۱۵
(۴۱) سورۂ بقرہ، آیت:۱۲۰
(۴۲) سورۂ نساء، آیت:۱۵۰

(۴۳) سورۂ طلاق، آیت: ۹۔۸
(۴۴) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، حدیث ۳۵۳۵، ص/۴۲۲
(۴۵) صحیح بخاری، ۴۲۵۰
(۴۶) سورۂ عنکبوت، آیت: ۶۴
(۴۷) سید عزیز الرحمٰن خطابات محرم، القلم، ناظم آباد کراچی، ۲۰۰۶، ص/۶۵
(۴۸) نگار سجاد ظہیر مطالعہ تہذیب، ص/۱۹۳
(۴۹) سید ابوالحسن ندوی، مذہب وتمدن، مجلس اشاعت نشریات کراچی، ۱۹۹۴ء، ص/۹۵
(۵۰) ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، نظریہ پاکستان افکارِ اقبال و قائد کی روشنی میں، مشمولہ: ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور، جون ۲۰۱۳ء، ص/۳۸۔۳۷۔

☆☆☆